سر زمین پاک و ہند کا مایۂ ناز محدث

صاحب کنز العمال

محمد صغیر حسن معصومی

شیخ علی المتقی الہندی القادری الشاذلی المکی المدنی الچشتی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان ہندوستان و پاکستان کے ایک بڑے مایۂناز فرزند ہیں جن کا نام حدیث کے مشہور مجموعہ کنز العمال کی نسبت سے ہمیشہ روشن رہے گا۔ آپ برہان پور میں سنہ ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد جونپور کے رہنے والے تھے، جو ازمنۂ وسطی کے مشہور علمی مرکزوں میں سے ایک مرکز شمار ہوتا ہے۔

ابھی عالم طفولیت تھا کہ شیخ علی کو ان کے والد ماجد نے شاہ باجن برہانپوری کے حلقۂ ارادت میں داخل کردیا۔ تاکہ ان کی ظاہری تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی ہوجائے۔ قضا کار جلد ہی ان کے والد کا انتقال ہوگیا اور عام بچوں کی طرح شیخ علی بھی لہو و لعب کے شکار ہوگئے۔

بڑے ہوکر شیخ نے مانڈو کے حاکم کے یہاں ملازمت کرلی، اور کچھ جائداد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان ہی ایام میں انھیں اشتیاق ہوا کہ شیخ عبدالحکیم بن شاہ بہاؤ الدین باجن کے مرید ہو جائیں۔ایک عرصے کی ریاضت و محنت کے بعد شیخ کی طرف سے چشتیہ سلسلے میں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔

شیخ علی المتقی کی زندگی تقوی و طہارت اور عبادت و ریاضت میں گذری۔ نہایت عسرت کی زندگی گذارتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ملتان کا سفر کیا

تا کہ شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت سے استفادہ کریں اور علوم کی تکمیل کریں ۔ شیخ حسام الدین بڑے صوفی، مردم شناس عالم تھے شیخ علی کو بڑے التفات و احترام کے ساتھ رکھا اور ظاہری علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی باطنی تربیت بھی کرنے لگے ۔ شیخ دوسال تک دیگر درسیات کے ساتھ تفسیر بیضاوی اور کتاب عین العلم کا مطالعہ کرتے رہے ۔ اس کے بعد حجاز کا سفر حج کی ادائیگی کی غرض سے اختیار کیا ۔

ملتان کے زمانۂ قیام میں شیخ علی مراقبے اور ریاضت کی طرف زیادہ متوجہ رہے اور بہت زیادہ تنہائی پسند تھے ۔ ان کے عادات و اطوار سے لوگ ان کی بیحد تعظیم کرتے تھے ۔ خود ان کے استاد شیخ حسام ان کی کتابیں اپنے سر پر لئے ان کے حجرے تک جاتے اور دروازہ میں داخل ہونے سے پہلے باآواز بلند فرماتے : ''حسام الدین حاضر ہے کیا کہتے ہیں،، ۔ یہ الفاظ دو یا تین بار فرماتے، دروازہ کھلتا تو کمرے میں داخل ہوتے اور تفسیر پر گفتگو ہوتی ۔ جب تک شیخ علی چاہتے علمی باتیں جاری رہتیں پھر مجلس برخاست ہو جاتی ۔ اگر دروازہ نہ کھلتا تو استاد دروازہ بند پا کر واپس چلے جاتے ۔

ملتان میں جب تک شیخ علی مقیم رہے ملتان کے مضافات میں بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرتے رہتے، صوفیاء کے مقابر پر مراقبے کرتے اور آس پاس کے مقامات کی سیر کے بعد عبادت و ریاضت میں وقت گذارتے ۔ دوسروں سے اپنے کام بہت کم کراتے اور اللہ تعالی کے سوا کسی سے مدد چاہنے کو بے حد ناپسند کرتے تھے ۔ اور جو کام خود کر سکتے کبھی کسی دوسرے کے حوالے نہ کرتے ۔

ملتان سے شیخ علی متقی گجرات تشریف لے گئے ۔ اس زمانہ میں گجرات کے فرمانروا سلطان بہادر شاہ گجراتی (۹۳۳ - ۹۴۳ / ۱۵۲٦ - ۱۵۳۷) تھے، شیخ کی آمد کا غلغلہ سن کر سلطان نے شیخ کی زیارت کی خواہش ظاہر کی

تاکہ خدمت میں حاضر ہوکر شیخ کی خوشنودی حاصل کرے۔ شیخ نے سلطان کی استدعا قبول نہ کی۔ شیخ ان ایام میں اپنے کمرے میں عبادات و دیگر معمولات میں مشغول رہتے اور کسی کو مخل ہونے کی اجازت نہ دیتے، لوگ صرف ایک جھلک دیکھنے کو دور دراز مقامات سے آتے رہتے تھے۔

اس عرصے میں قاضی عبداللہ سندھی جو اپنے علم اور زھد و اتقا کے لئے مشہور تھے کسی خاص وجہ سے اپنے سارے اھل و عیال اور کچھ اقارب کے ساتھ سندھ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہونے کے خیال سے گجرات پہنچے، عرب کے لئے سفر کرنے سے پہلے ان کو کچھ دنوں گجرات میں قیام کرنا پڑا۔ شیخ علی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور چند ھی دنوں میں بہت بے تکلف ہوگئے۔ سلطان بہادر شاہ کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے قاضی صاحب نے ھمت کی اور ان کی سفارش میں رطب اللسان رہے اور عرض کی کہ مہربانی فرمائیے اور ان کو زیارت کی اجازت دیجئے۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند نہیں فرماتے تو ھم لوگ سلطان کو اپنی باتوں میں مشغول رکھیں گے اور انشاءاللہ ان کو خوش خوش واپس رخصت کریں گے،،۔ شیخ نے جواب دیا: ''میں کیونکر برداشت کرسکتا ہوں کہ وہ میرے سامنے غیر شرعی لباس میں ملبوس آئیں، یہ کیونکر ممکن ھے کہ انھیں دیکھ کر خیر کے اپنانے اور شر سے بچنے کی تلقین نہ کروں۔،، قاضی صاحب نے سلطان کے بے حد اشتیاق کا قصہ بیان کیا اور کسی طرح ایک بار زیارت کی اجازت حاصل کرلی، ساتھ ھی عرض پرداز ہوئے کہ شاھی خدام حدود کے پابند ھیں اور جو کچھ جانتے ھیں وھی خدمت میں گذارش کرسکتے ھیں۔ سلطان بہادر شاہ قاضی صاحب کی کوششوں سے شیخ کی زیارت سے مشرف اور شیخ کی نصیحتوں سے بہرہ اندوز ہوئے، دوسرے دن سلطان نے ایک کرور گجراتی سکہ بہ طور نذر پیش کیا شیخ نے ساری رقم قاضی عبداللہ کے حوالے کردی جن کی کوشش سے ملاقات کا انتظام ھوا تھا۔ اور اپنے تصرف میں ایک حبہ بھی نہ لائے۔

حجاز میں شیخ علی متقی مشہور زمانۂ شیخ ابوالحسن البکری کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور جلد ہی اپنے استاد کے مصاحب بن گئے۔ دوسرے مشہور علماء سے بھی فیض حاصل کیا اور سلسلۂ قادریہ شاذلیہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا، مدینی سلسلہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، یہ سلسلہ شیخ ابو مدین شعیب المغربی کے اسم گرامی کی طرف منسوب ہے۔ تکمیل علم و حصول خلافت کے بعد آپ مکہ معظمہ میں مقیم ہوگئے اور درس دینے لگے۔ اور اپنے زہد و ریاضت سے سارے عالم کے لوگوں کو فیض پہنچانے میں مشغول رہے۔

خود نوشت سوانح عمری : اخبار الاخیار کے مؤلف شیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے شیخ علی کی خود نوشت سوانح کا ذکر کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس دن ان کا وصال ہوا شیخ نے حسب ذیل وصیت لکھوائی :
''بسم اللہ الرحمن الرحیم و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین یہ وصیت ہے مفتقر الی اللہ علی بن حسام الدین معروف بہ المتقی کی، انھوں نے یہ وصیت اس دن کی جس دن وہ اس دنیا سے رحلت کرکے عالم آخرت میں داخل ہورہے تھے کہ یہ عاجز و مسکین اپنے والد، اللہ ان سے راضی رہے، کی رضا سے بچپن میں شیخ باجن کا مرید ہوا، چونکہ شیخ سماع، ظاہری، صفائی، جذب و حال کے شیدائی تھے، میں جب سن شعور کو پہنچا اور مجھ میں حق و باطل کی تمیز پیدا ہوئی تو شک و تذبذب کا شکار ہوا بعد میں جب مطمئن ہوا تو میں نے انہی کو اپنا شیخ اختیار کیا۔ یہ اس وجہ سے کہ لوگ کہتے ھیں کہ جو لڑکا بچپن میں مرید بنا یا جاتا ہے جب وہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو اس کو یہ حق حاصل ھوتا ہے کہ اپنے کو اس شیخ سے وابستہ رکھے یا کسی دوسرے شیخ کو اختیار کرے۔ جب میرے والد اور شیخ دونوں اللہ کو پیارے ہوگئے، اللہ راضی رہے ان سے، تو میں نے سلسلۂ چشتیہ میں شیخ عبد الحکیم بن شیخ باجن سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ میں چاھتا تھا کہ ایک

شیخ کے زیرتربیت صراط مستقیم اور راہ ہدایت پر چلتا رہوں۔ بنابریں میں نے ملتان کا سفر کیا اور شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت میں دوسال تک رہا۔ پھر میں نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ ابوالحسن البکری رح کی صحبت کی سعادت حاصل کی ۔ بعد ازاں قادری شاذلی اور مدینی سلسلوں میں شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا،،۔

بیان کیا جاتا ھے کہ شیخ علی متقی نے اپنی موت سے پہلے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھا اور ایک شاگرد کے حوالے کردیا۔ وصال کے بعد جب یہ ٹکڑا پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا :

''اعلموا اخوانی ! رحمکم اللہ انه کان عندنا امانة من هذا الشان فا دینا بامراللہ الی اهلها، فهم من فهم و السلام،،۔

میرے بھائیو ! اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے تمھیں معلوم ھو ھمارے پاس اس شان کی ایک امانت تھی ھم نے اللہ تعالی کے حکم سے اس امانت کے مستحقین کو ادا کردیا جو لوگ فہم رکھتے ھیں وہ سمجھ جائیں گے ۔ والسلام،،۔

شیخ علی المتقی کا رتبہ علماء و صوفیا میں بہت ممتاز ھے ۔ اسلامی علوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں علم حدیث میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ اس کی شہادت میں ان کی تالیف کنز العمال کا نام پیش کرنا کافی ھے۔ حدیث کے اس دایرۃ المعارف میں علامہ جلال الدین سیوطی کے دونوں مجموعوں ، الجامع الصغیر اور جمع الجوامع کو جن میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اقوال وافعال طیبہ جمع کردئے گئے ھیں ناقدانہ طور پر علمی حیثیت سے مرتب کیا گیا ھے۔ شیخ نے بڑی تحقیق کے بعد ساری حدیثوں کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ھے۔ مکرراحادیث کو حذف کرنے کے بعد قولی اور فعلی احادیث کو نہایت عمدگی سے علحدہ علحدہ منظم کیا ھے۔ ان کے کارنامے کے متعلق ھر دور کے علماء

رطب اللسان رہے ہیں، خود ان کے استاد شیخ ابو الحسن البکری نے اپنے شاگرد کے اس کام کو سراہا اور ارشاد فرمایا :

"للسیوطی منة علی العالمین و للمتقی منة علیه"۔ سیوطی کا احسان سارے عالم پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر"۔ کیونکہ شیخ متقی نے سیوطی کے دونوں مجوعہ حدیث کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کر دیا۔

شیخ ابن حجر المکی الہیثمی جو اپنے زمانے میں سرخیل علماء و فقہاء تھے اور جن سے شیخ علی نے علوم اسلامیہ حاصل کیا جب بھی کسی حدیث کے سمجھنے میں انھیں کوئی اشکال پیش آتا اپنے شاگرد کے کارنامے کو دیکھتے اور باب و فصل کی تعیین کی وجہ سے جس کے ماتحت وہ حدیث ذکر کی گئی ہے مفہوم واضح طور پر سمجھ لیتے اور ان کا اشکال جاتا رہتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شیخ ابن حجر خود کو شیخ علی متقی کا شاگرد سمجھتے اور آخر میں انھوں نے خود اپنے شاگرد سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔

اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ خود اساتذہ شیخ علی متقی کی بڑی عزت کرتے تھے اور شیخ کی عظمت اساتذہ کے دلوں میں جاگزیں تھی۔ چنانچہ ان کے استاد شیخ حسام الدین المتقی جن کی نسبت سے المتقی مشہور ہوئے ان کی کتابیں لے کر ادب کے ساتھ خود ان کے کمرے میں جاتے، باجازت داخل ہوتے اور جب تک شیخ چاہتے تفسیر بیضاوی کا درس جاری رہتا۔

شیخ علمی کمالات کے ساتھ روحانی مدارج کے اعلی رتبے پر فائز تھے اور یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی صوفیانہ کاوشیں اتباع سنت کے التزام پر مرکوز تھیں اور اقوال نبوی سے سر موانحراف کو سخت گناہ سمجھتے تھے۔ اپنی باتوں اور اپنے افعال میں آپ ہمیشہ سرکار دوعالم صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش رکھتے تھے۔

شیخ کا طریقۂ تعلیم : تعلیم و تدریس میں شیخ علی متقی نے اپنے استاد

شیخ کا طریقه اختیار کیا ۔ وہ خود بیان کرتے هیں : ''همارے شیخ کا طریقه تعلیم و تربیت میں یه رها ہے که اپنے شاگردوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور اپنی روحانی طاقت سے هر وقت ان کی رهنمائی اس طرح کرتے تھے که خود شاگردوں کو یه معلوم نہیں هوتا تھا که ان کی نگرانی کی جارهی ہے ۔ اس طرح وہ سب کے سب سیدھی راہ پر گامزن رهتے تھے اور کچھ هی دنوں میں طالب کو خود احساس هونے لگتا که وہ پہلے جن مدارج پر تھا ان سے مختلف حالات و مدارج سے گذر رها ہے ۔

شیخ عبدالحق محدث دهلوی نے اپنے شیخ (شیخ عبدالوهاب المتقی) سے وہ سب کچھ بیان کیا ہے جس کو انھوں نے اپنے شیخ کے متعلق تحریر میں ضبط کیا ۔ شیخ عبدالوهاب شیخ علی متقی کے نہایت چہیتے مرید و شاگرد تھے ۔ شیخ عبدالوهاب کا بیان هے که شیخ کے ساتھ دوسال کا عرصه گذارنے کے بعد یه احساس هوا که شیخ نے ان کی طرف کوئی توجه نہیں کی ہے ۔ حالانکه شب و روز وہ اپنے شیخ کی خدمت میں منہمک رهتے تھے ۔ یه احساس اس وجه سے هوا که شیخ نے انھیں کسی خاص ریاضت و محنت کی هدایت کبھی نہیں کی اور اگر کوئی حکم ملا تھا تو وہ یه تھا که ان کی پسندیدہ کتابوں کو نقل کردیں اور پھر ان کو ان کی اصل سے مقابله کرکے تصحیح کردیں، جلد هی انھیں ادراک هوا اور سخت متعجب هوئے که وہ همیشه شیخ کی توجه کے مرکز بنے رهے اور شیخ برابر اس سعی میں تھے که روحانی ترقی حاصل کرتے چلے جائیں ۔ چنانچه دوسال کے بعد یه ان پر واضح هوگیا که اب وہ اس درجه پر فایز هیں جهاں پہلے کبھی نہیں پہنچے تھے ۔،،

شیخ عبدالوهاب مزید فرماتے هیں : ارادت مندوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مشائخ دو طریقے استعمال کرتے هیں : ایک طریقه تربیت کا یه ہے که جس منزل میں مرید کو پاتے هیں وهاں سے شروع کرتے هیں اور اعلی مدارج پر پہنچانے کی سعی کرتے هیں، اپنی توجه سے انھیں صحیح راستے پر آگے

بڑھنے میں مدد دیتے ہیں، ابتدائی عہد میں یہ نہایت سخت کام ہوتا ہے البتہ ان کی توجہ سے اس میں سہولت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ دوسرا طریقہ جو سہل تر ہے وہ یہ ہے کہ مریدوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور روحانی طریقے سے ان کی نگرانی کرتے ہیں، آہستہ آہستہ ان میں نورانیت پیدا کرتے ہیں جس کی تیزی کو بتدریج بڑھاتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب المتقی کے بیان کے مطابق شیخ علی اپنا بیشتر وقت درس و تدریس میں گذارتے۔ لوگوں کی علمی استعداد کو بڑھاتے، ان کو کتابیں عطا کرتے اور اسباب نوشت و خواند مہیا کرتے۔ عرب میں جو کتابیں کمیاب تھیں ان کے ایک سے زیادہ نسخے تیار کراتے اور طالب علموں میں تقسیم کرتے۔ طلباء کی جماعتوں کو آپس میں علمی بحث و تکرار میں مشغول رکھتے۔ نوجوانوں کے دلائل سنتے اور خود کم بولتے۔ صرف ایسے مواقع پر جہاں وضاحت ضروری سمجھتے، گفتگو فرماتے۔ اگر کوئی شخص بلا حجت و شہادت غیر معقول طریقے سے بحث کرتا تو بھی سنتے رہتے اور کچھ نہ کہتے۔ کتابوں کے مشکل مقامات میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتے اور چاہتے کہ مشکل مضمونوں کی وضاحت طلبا خود سے کریں، جہاں ان کی رہنمائی ضروری ہوتی، صرف وہیں اپنی زبان کھولتے۔ اسی طرح سے تصوف کی مشکل اصطلاحات اور ادق کتابوں کے مضامین بھی ان کے ذہن نشین کرنے کی سعی فرماتے۔

اخلاق و عادات: شیخ علی اکثر و بیشتر شوربا خود پکالیتے اور جسم و روح دونوں کی بالیدگی کا انتظام رکھتے۔

اپنے شیخ عبدالوہاب المتقی سے ایک بار شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے پوچھا کہ آپ کے شیخ پیری میں کس قدر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اپنی جوانی میں نوافل کثرت سے ادا کرتے، بڑھاپے میں ان کا

معمول تھا کہ روحانی ریاضت، علوم اسلامیہ کے مطالعے اور مذہبی مضامین پر کتابیں لکھنے میں مشغول رہتے۔

شیخ علی متقی اپنی روزی عام طور پر کتابوں کی نقول تیار کرکے کماتے۔ بیواؤں کی مدد کی خاطر روپے قرض لیتے اور جلد سے جلد سنت نبوی کے مطابق کچھ مزید رقم کے ساتھ واپس ادا کرتے۔ غیر شادی شدہ اور عمر رسیدہ عورتوں اور مردوں کی شادی کے انتظام میں مدد دیتے اور ایسے مواقع پر جشن مناتے اور کھانے پینے پر خرچ کرنے کے بجائے ساری رقمیں غریبوں اور ناداروں کو بانٹ دیتے۔

جس زمانے میں آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے دو مغربی باپ بیٹے بڑے زاہد مرتاض شہر میں وارد ہوئے۔ وہ مذہبی اشغال میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ بیٹا دس دنوں کے متواتر روزے کے بعد افطار کرتا اور باپ تین چار یا پانچ دنوں کے بعد، ان دونوں کی آمد کی خبر سے شیخ کو ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، لیکن کم‌خوری اور مختلف ریاضتوں سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ان میں چلنے کی سکت نہ رہی تھی، اس لئے آپ نے خواہش ظاہر کی کہ اگر کوئی شخص انھیں اٹھا کر لے جائے تو ان نوواردوں سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔ شیخ کے شاگرد عبدالوہاب اور دوسرے لوگ انھیں دنوں مغربیوں کے پاس اٹھا کر لے گئے، شیخ نے اپنی کتاب حکم کبیر کا ایک نسخہ ساتھ لے لیا۔ ان نوواردوں نے اس حقیقت کو دریافت کرلیا کہ شیخ اور ان کے شاگرد شہر کے سربر آوردہ لوگ ھیں، اور ملاقات کے لئے ان کی آمد ان دونوں کی شہرت اور مقبولیت کے لئے مضر ثابت ہوسکتی ہے۔ بنابریں انھوں نے ان زائرین کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا۔ شیخ نے اپنے ہمراھیوں سے کہا کہ وہ صرف ان کے اخلاص اور محبت کو دیکھنا چاھتے ھیں۔ پھر شیخ نے فرمایا: اس کتاب میں مشائخ کرام کے کچھ ملفوظات اور کچھ غزلیات جمع کئے گئے ھیں ہم چاھتے ھیں آپ کو کچھ حصہ پڑھ کر سنائیں۔ حسب ارشاد

شیخ عبدالوهاب نے کچھ قطعات پڑھ کر سنائے جن کو سن کر دونوں سہمانوں کو بڑی خوشی ہوئی اور بدگمانی سے دونوں آزاد ہوگئے۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ ایسے گرویدہ ہوئے کہ شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ کی موجودگی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک ویرانے میں جب پانی کی تلاش جاری تھی ناگاہ ایک کنواں نظر آیا مگر پانی نکالنے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ قضاکار کنویں کا پانی کنارے تک ابل آیا اور سب نے شیخ سمیت سیر ہوکر پانی پیا۔

ایک بار بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ نے کہا ''جو کچھ مباح اور قانون کے مطابق کسب کیا جاتا ہے وہ نہ برباد ہوتا ہے نہ گم ہوتا ہے پھر اپنا تجربہ بیان فرمایا، کہ حجاز کے سفر میں جب ہم سمندر سے گذر رہے تھے سخت طوفان آیا اور کشتی ڈوب گئی۔ شیخ اور ان کے چند ساتھیوں کو خدا کی رحمت سے لکڑی کا ایک ٹکڑا ھاتھ آگیا اور اس کے سہارے وہ خدا خدا کرکے ساحل تک چند دنوں کی کشمکش کے بعد پہنچ گئے۔ چند کتابیں جن کو آپ نے ساتھ لے لیا تھا وہ بھیگ گئیں۔ کنارے پہنچ کر چونکہ اتنی سکت باقی نہ رہی تھی کہ ان کا بوجھ برداشت کرتے ایک میدان میں دفن کردیا اور کچھ نشانی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور کسی نہ کسی طرح مکہ معظمہ تک پہنچ گئے۔ راستے میں ان کے ساتھی پیاس سے سخت نڈھال ہوگئے۔ ریگستان میں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ کچھ ساتھیوں نے آپ سے اصرار کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ پیاس بجھے۔ شیخ نے کوئی چارہ نہ دیکھ کر دعا کی۔ کچھ دیر کے بعد بارش شروع ہوئی اور سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انھوں نے عمرہ ادا کیا۔ جب شیخ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے چند بدویوں کو دیکھا کہ اپنے سروں پر کچھ کتابیں لئے آرہے ھیں۔ وہ لوگ سیدھے شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر وہ چاھیں

تو ان کتابوں کو خرید سکتے ہیں ۔ جب بنڈل کھولا گیا تو دیکھا کہ یہ وہی کتابیں ہیں جن کو دفن کرآئے تھے ۔ قیمت ادا کرکے شیخ ان کو اپنے مسکن پر لے آئے ۔ یہ کتابیں اب خشک ہو چکی تھیں مگر اوراق ایک دوسرے سے چپک گئے تھے ۔ شیخ نے ان کو پانی میں ڈبویا ۔ اوراق الگ کئے اور پھر خشک ہونے کے لئے دھوپ میں ڈالدیا ۔ حروف صاف باقی رہے تھے اس لئے ساری کتابیں پڑھنے کے لائق تھیں اور کوئی حصہ ضائع نہیں گیا ۔

شیخ علی المتقی کی سوانح عمری میں شیخ عبدالوھاب المتقی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے ''اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی،، ۔ اس رسالے کے مطابق شیخ کا وصال دوسری جمادی الاولی سنہ ۹۷۰ ھجری مطابق ۲ اکتوبر ۱۵۶۷ء کو ہوا ۔ اس رسالہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سنہ ۹۷۳ مطابق سنہ ۶۵ - ۱۵۶۶ء میں جب شیخ نہایت تندرست مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے یہ خبر اڑی کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ خبر سنتے ہی ان کے شاگرد اور مریدین، معتقدین اور احباب آپ کی قیام گاہ پر جمع ہوگئے اور آپ کو صحیح و تندرست دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے ۔ آپ مسکرائے، بیعت تازہ کی ۔ اور ایک مختصر تقریر کے بعد سب کی نجات اخروی کی دعا کی ۔ آپ نے خاص طور پر شیخ عبدالوھاب کو وصیت فرمائی کہ ان کی قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کریں اور اپنے کو ذکر میں مشغول رکھیں ۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں آپ کے دو خطوط نقل کئے ہیں جن کے مخاطب اجنہ کے دو گروہ تھے ۔ جو شیخ سے ان کی وفات سے دو ماہ پیشتر طالب ھدایت و نصیحت ہوئے تھے ۔ ان خطوط کا مضمون یہ ہے ۔

(۱) بسم‌اللہ الرحمن الرحیم ! ساری تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں اور صلوۃ وسلام حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، کمترین بندگان خدا علی بن

حسام الدین المعروف بالمتقی کی جانب سے جنوں کے سردار کے نام سلام ان لوگوں پر جو رشد و ہدایت پر ہیں ۔ آپ بےشک ہمارے سامنے ظاہر ہوئے مگر کچھ نہ بولے گویائی کے بعد ہی معلوم ہوسکتا تھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے تھے ۔ اگر اپنا مطلب واضح کرنا چاہیں تو ہمارے ایک مرید عبدالوہاب سے بیان کر سکتے ہیں ۔ وہ آپ کی مدد کریں گے ۔ اے پروردگار ہمیں راہ حق دکھا اور اس پر چلنے کی ہمیں توفیق عنایت کر۔ اور باطل کو باطل ظاہر کر اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق بخش ۔ کاغذ کا یہ ٹکڑا اس کھمبے سے بندھا ہے جس پر میں ٹیک لگایا کرتا ہوں ۔ والسلام علیکم،، ۔

(۲) ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جنھوں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ اللہ کی عبادت کریں ۔ اللہ تم لوگوں پر رحم و کرم فرمائے ۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے تم لوگوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم اس کی معرفت حاصل کرو۔ علماء عقلاء اور حکماء سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی کی معرفت علم، عقل اور حکمت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے ۔ جو لوگ نوع انسان سے ملنے کو ترجیح نہیں دیتے ان کے لئے اللہ کی معرفت ممکن نہیں ۔ اسی طرح جو خیر و شر میں تمیز نہیں کرتے اور نفع و نقصان کے امتیاز کو نہیں سمجھتے انھیں اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ تمھیں کوشش کرنا چاہئے اللہ تم پر مہربان ہو کہ لوگوں سے مل سکو، تم اللہ کی معرفت حاصل کرو، خود بھی ہدایت پر رہو، اور دوسروں کو بھی معرفت خداوندی سے روشناس کرو اور راہنمائی و ہدایت کے سبب بنو۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمھیں خبردار کردوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کردیا اور نصیحت کردی، ہر ایک کو آزاد ہونا چاہئے کہ جو پسند کرے کہے ۔

وصال سے تقریبا چار ماہ پہلے شیخ نے اپنے خاص شاگرد (شیخ عبدالوہاب)

سے فرمائش کی کہ فلاں شاعر کا خاص شعر پڑھ کر سنائیں، غزل کی تعیین نہیں کی، شاگرد نے ان کا مطلب سمجھ لیا اور شعر پڑھ کر سنایا :

هرگز نیامد در نظر نقشی زرویت خوبتر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندا نم یا پری

''تیرے چہرے سے زیادہ بہتر کبھی کوئی چہرہ نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں کہ تو آفتاب ہے یا ماھتاب، حور ہے یا پری ہے ،، شیخ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور دوبارہ پڑھنے کی فرمایش کی۔ شیخ اپنے باطنی حال میں وجد میں رہے یہاں تک کہ باورچی نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ کھانے کو اتنا گلاؤ کہ سارے اجزا اس طرح ایک ہوکر مل جائیں جیسے کوئی (شاعر) کہتا ہے :

سن سہیلی پریم کی باتا   یوں مل رهیو جیون دودھ نباتا

شیخ پر عجیب کیفیت طاری رہی، رات بھر وجد میں رہے اور شیخ عبدالوھاب برابر آپ کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

مکہ کے مشہور مورخ عبدالقادر بن احمد الفا کہی نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ بعنوان ''القول النقی فی مناقب المتقی،، لکھا ہے جس میں انھوں نے شیخ کے حالات رقم کئے ہیں اور ان کے مکاشفوں اور باطنی تجربات اور ریاضتوں کی وضاحت کی ہے۔

شیخ نجم الدین الغزی کا بیان ہے کہ شیخ حرم شریف کے قریب ایک جھونپڑی میں اپنے چالیس شاگردوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ زاویہ تھا۔ صرف حرم شریف میں نماز ادا کرنے کو نکلتے اور پھر واپس اپنے اپنے حلقے میں چلے جاتے، شیخ کی اجازت پہلے سے حاصل کئے بغیر کوئی کسی سے نہیں ملتا تھا۔

سلطان محمود والی گجرات کی ملازمت : حجاز کے سفر سے پہلے جب آپ

کو گجرات میں کچھ دنوں قیام کرنا پڑا تو آپ کو خیال ہوا کہ اگر اس دیندار بادشاہ کے عہد میں لوگوں کی خدمت کی جائے تو خلق خدا کا فائدہ ہوجائے۔ لوگوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوکر اپنے لئے قاضی کا عہدہ تجویز کیا اور تجربہ کرنا چاہا کہ عملی طور پر ان سے یہ خدمت ادا بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سلطان محمود سوم والی گجرات کو جب شیخ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو عقیدت مندی کی وجہ سے آپ کو بارگاہ عدالت کا داروغہ یعنی آفیسر انچارج مقرر کردیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ سلطان سے لوگوں نے شکایت کی کہ شیخ رشوت لیتے ہیں۔ سلطان نے لوگوں کی شکایت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ادھر شیخ کی کوشش برابر یہ رہی کہ عدالت و انصاف سے سر مو انحراف نہ کریں اور ہر ایک کو انصاف سے نوازیں، سلطان تک شکایات پہنچنے کی پرواہ نہ کی۔ پھر مخالفین نے یہ اڑادیا کہ شیخ کے معاونین خود ان کی آنکھوں کے آگے رشوت لیتے ہیں اور شیخ کچھ نہیں کہتے۔ اپنی کوششوں کے باوجود جب شیخ نے دیکھا کہ وہ سب کو راضی نہیں رکھ سکتے تو ایک دن ناگاہ تخت عدالت سے اپنی چھڑی لئے اٹھے اور اپنے دوستوں سے کہا: ''السلام علیکم،، ! اور یہ کہتے ہوئے بارگاہ عدالت سے چل دئے کہ دو کام اکھٹے نہیں کئے جاسکتے۔ اللہ تعالی کا دھیان اور دنیاوی کاروبار کا تعلق۔

مکہ معظمہ میں : جیسا کہ قبل بیان کیا جا چکا ہے شیخ علی المتقی احمد آباد میں بہادر شاہ کے عہد میں کچھ زمانے تک قیام پذیر رہے۔ سنہ ۹۴۱ / ۱۵۳۴ میں جب گجرات کے بادشاہ کو مغل شہنشاہ ہمایوں نے شکست دی تو شیخ حرمین شریفین کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی۔

شیخ نجم الدین الغزی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب الشراوی

نے ذکر کیا کہ وہ شیخ علی المتقی کی ملاقات سے سنہ ۱۹۴۹/ ۱۵۴۲م میں مکہ معظمہ میں مشرف ہوئے اور ان کی گفتگو ان کے درس اور ان کی تحریروں سے استفادہ کیا، لیکن جب سنہ ۹۵۲/ ۱۵۴۶ء میں حج کے لئے میں دوبارہ مکہ معظمہ پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ شیخ ہندوستان کو واپس جا چکے ہیں۔

ماثر الکرام میں میر غلام علی آزاد بلگرامی رقمطراز ہیں ''حضرت شیخ ۹۵۳/ ۱۵۴۶ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مکہ میں فروکش ہوئے، جلد ہی آپ کی شہرت سارے عرب و یمن شام، مصر اور عراق میں پھیل گئی۔ آپ کی پرہیز گاری، زھد و اتقا، اخلاق حسنہ اور حدیث و احکام الٰہی کی تعلیم و تدریس سے سارے اہل علم فیض اٹھاتے رہے۔''

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شیخ علی المتقی اور ان کے مرید شاگرد شیخ عبدالوھاب المتقی علم و ریاضت میں اس رتبے کو پہنچے جہاں بہت کم ہستیاں پہنچتی ہیں اور علم و فضل میں ایسی شہرت کے مالک ہوئے کہ ممالک عرب و افریقہ کے اکابر اہل علم ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کو باعث عزت و افتخار سمجھتے تھے۔

وفات: انتقال سے پہلے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تک میرے ہاتھ کا انگوٹھا حرکت کرتا رہے اسے حیات کی علامت سمجھنا، حالت وجد میں نیز مختلف قسم کی ریاضتوں کے دوران بھی شیخ کا انگوٹھا برابر متحرک رہا کرتا تھا، جب وقت قریب ہوا تو بہت جلد لوگوں کو احساس ہوگیا کہ شیخ کے اعضائے مبارک میں حرکت بند ہوچکی ہے اور سانس لینے کی خفیف حرکت بھی غیر مرئی ہے۔ صرف آپکا انگوٹھا برابر حرکت میں تھا جو اخیر شب میں ساکن ہوا، اور اس طرح آپ واصل بحق ہوئے۔ تاریخ جمادی الاولی کی دوسری تھی اور سنہ ۹۷۵ ھجری مطابق ۱۵۶۷ عیسوی، اناللہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا سر مبارک برابر آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوھاب کی گود میں رہا۔ جب آپ

نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تاریخ رحلت کے مادے اھل جستجو کو ''قضی نحبه'' (آپ نے اپنا فریضه ادا کیا) ''شیخ مکه'' اور ''متابعة النبی'' (پیغمبر کی تابعداری) جیسے مبارک الفاظ میں ملے۔ آپ کی ولادت کا سال سنه ۸۸۵ھ مطابق سنه ۱۴۸۰ تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی بیان فرماتے ھیں :

''جب میں مکه میں شیخ عبدالوھاب المتقی کی خدمت میں تھا شیخ علی المتقی کی قبر پر برابر حاضری دیتا تھا، ایک بار لحد مبارک کے پاس مجھ پر عجیب کیفیت طاری ھوئی اور بڑی بے صبری سے یه خواهش ھونے لگی که خود حضرت اقدس سے خوش خبری ملے۔ خوش بختی سے شب کو خواب میں کیا دیکھتا ھوں که آپ کے حضور میں کھڑا ھوں اور آپ حرم شریف کے احاطے میں حنفی مصلی کے صدر مقام پر تخت پر رونق افروز ھیں، نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ میں نے عرض کی : ''میں آپ کے خلیفه شیخ عبدالوھاب کی خدمت میں ھوں مہربانی فرما کر میری طرف خاص توجه کرنے اور خاص خیال رکھنے کی سفارش فرما دیجئے۔ پھر میں نے لحد مبارک پر جو الفاظ کہے تھے ان کو دھرایا شیخ نے یه جواب دیکر سرفرازی بخشی ''انشاءالله تمهاری آرزو پوری ھوگی، مطمئن اور خاطر جمع رھو''۔

تالیفات : شیخ کی فارسی اور عربی تالیفات سو سے متجاوز ھیں ۔ آپ کی سب سے پہلی تالیف آپ کی ریاضت کے نتیجے میں رساله ''تبیین الطرق'' ھے۔ ھاشمی پریس سے شائع شده اخبار الاخیار کے حاشیے پر سنه ۱۲۸۰ ھجری (ص ۲۴۶) میں اس کا ذکر اسی عنوان سے ھے، مگر مجتبائی پریس سنه ۱۳۳۲ھ کے ایڈیشن میں رسالے کا عنوان (ص ۲۰۸) ''تبیین الطریق'' مذکور ھے جو بظاھر کتابت کی غلطی معلوم ھوتی ھے شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اس رسالے کا نیز بعض دوسرے رسالوں کا ترجمه فارسی زبان میں کیا ھے۔ یه ترجمے

مکاتیب و رسائل کے نام سے اخبار الاخبار کے حاشیے پر طبع ہوئے ہیں ۔ اس رسالے کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ الہام ربانی کے بعد لکھا گیا ہے، چند سال ہوئے اس رسالے کو عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ یہ حقیر ادارۃ تحقیقات اسلامی کے انگریزی سہ ماہی رسالہ اسلامک اسٹڈیز میں شائع کرچکا ہے، (اسلامک اسٹڈیز ستمبر سنہ ۱۹۶۴ع صفحات ۳۳۹ - ۳۷۳) اس رسالے میں شیخ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالی تک پہنچانے والا طریقہ عبادت ہے جو فرائض و نوافل پر مشتمل ہے ۔ دونوں قسم کی عبادت کی پھر دو قسمیں ہیں، امتثالی اور اجتنابی، شیخ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اللہ تعالی کی قربت اپنی کوششوں سے حاصل کی جاسکتی ہے مگر یہ آرزو کسی مرشد و استاد کی مدد سے باسانی پوری کی جاسکتی ہے، یہ مختصر رسالہ در حقیقت آیت کریمہ ''و الذین جاهد وافینا لنهد ینهم سبلنا،، کی تفسیر ہے ۔

شیخ کا ایک دوسرا رسالہ ''التحذیر عن الوقوع فی الهلكة و البلية لمن شرع فی علم الحقایق بلا اهلية،، ہے ۔ یعنی اہلیت کے بغیر حقائق کا علم حاصل کرنے میں خطرہ ہے اور مصیبت و ہلاکت میں پڑنے کا خوف، اس لئے اس رسالے میں شیخ نے نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص اپنے کو علم باطن سے آشنا کئے بغیر حقائق کے حصول کی کوشش نہ کرے، اوراد و وظایف نیز اہل باطن کے اشغال میں مشغول رہ کر پہلے اپنے کو تیار کرنا چاہئے کہ مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہو، دنیاوی جاہ و مال کی پرواہ نہ کرے، دنیاوی علایق سے پرہیز کرے، دنیا ترک کردے، پھر کسی مرشد سے رجوع کرکے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کرے ۔

شیخ نے اس رسالے میں بعض کتابوں کے پڑھنے اور بعض سے روگردانی کرنے کی ہدایت کی ہے، چنانچہ امام غزالی کی احیاء العلوم کے بعض ابواب معراج الساکین، منقذ من الضلال وغیرہ نیز ابن الجوزی کی تلبیس ابلیس، ابن العربی کی فتوحات مکیہ اور دوسری تالیفات، اسی طرح عفیف التلمسانی ابو اسحاق

التجیبی اور التستری کی کتابوں، سہروردی کی کتاب اور ابو طالب مکی کی قوت القلوب کے بعض ابواب سے احتراز کرنے کا حکم دیا ھے۔

اس رسالے کو اولین بار عربی متن اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ اس حقیر نے Muhammad Shahidullah Felicitation Volume محمد شہید اللہ فیلیسیٹشن و ولیم، ایسیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ، میں شایع کیا۔

شیخ کی چونتیس تالیفات کا ذکر اسلامک اسٹڈیز کے مضمون کے آخر میں کیا گیا ھے، شیخ نے جا بجا اپنی تالیف ''حکم کبیر،، کا ذکر خاص طور پر کیا ھے اس کتاب میں ان کا بیان ھے کہ تصوف کی کتابوں کا خلاصہ درج ھے اور راہ سلوک کے دشوار مسائل کو حل کرنا اس سے باسانی ممکن ھے، افسوس کہ اس کے نسخے کا پتہ اب تک نہیں مل سکا۔

شیخ کی مایہ ناز تالیف کنز العمال ھے جو آٹھ اجزاء میں حیدرآباد سے شائع ھوچکی ھے، درحقیقت یہ احادیث نبوی کا دائرۃ المعارف ھے اور اس کا پورا نام ''کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال،، ھے اس کتاب میں شیخ نے علامہ جلال الدین سیوطی کے مجموعہ حدیث جمع الجوامع کی فقہی نہج پر تبویب کی ھے، ساتھ ھی سیوطی کی جامع الصغیر و زوائدہ کو شامل کرلیا ھے اور اس طرح سے قولی اور فعلی حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا ھے۔

شیخ کی اکثر و بیشتر تالیفات یورپ، ھند، مصر اور عرب ممالک کے کتب خانوں میں دستیاب ھیں جن میں سے اکثر مخطوطات کی نشاندھی اسلامک اسٹڈیز کے مقالے میں کردی گئی ھے۔ شیخ نے صحیح معنوں میں احادیث نبوی کے مطابق عمل کرنے کو اصل تصوف سمجھا اور سب کو اسی کی تلقین اپنی تحریروں کے ذریعہ ھمیشہ کرتے رھے، یہ ایک ایسی مخلصانہ کوشش و دعوت ھے جو تعصب و تنگ خیالی سے بری ھے۔